

ماہنامہ الاسلام جمالِ ارضی

اگست ۲۰۲۳ / محرم الحرام ۱۴۴۵ھ

بیاد

پیشکش کنندہ
استادہ ام احمد رضا خان قادری

☆ قرآن مقدس کی توہین ---- پیار و نہایت کی علامت

☆ اپنی خاطر جو بنایا آپ ہیں

☆ اعلیٰ حضرت اور مجذوب

☆ محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ

☆ کے علماء و طلباء کے لئے ایمان افروز ملفوظات

☆ خلفائے راشدین

☆ اسلام میں حلال و حرام کا امتیاز

☆ چند اشعار شرعی احکام

بجلاس
مرکزی
MARKAZI MAJLIS-E-REZA

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ کے افکار کا حقیقی و صحیح ترجمان

بیاد

بزرگ برکت الشہ امام احمد رضا خان بریلوی

ماہنامہ جہانِ رضا

شمارہ 277 / اگست ۲۰۲۳ / محرم الحرام ۱۴۴۵ھ جلد ۳۱

حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری

بانی ماہنامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

المیر

محمد منیر رضا قادری رضوی عفی عنہ

مجلسِ رضا
مرکزی

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
2	قرآن مقدس کی توہین..... پیار ذہنیت کی علامت	1
6	اپنی خاطر جو بنایا آپ ہیں	2
13	اعلیٰ حضرت اور مجذوب	3
	محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے علماء و طلباء	4
15	کے لئے ایمان افروز ملفوظات	
18	خلفائے راشدین	5
27	اسلام میں حلال و حرام کا امتیاز	6
35	چند اشعار کے شرعی احکام	7

خط و کتابت ترسیل زر اور ملنے کا پتا

مسلم کتابوی
ڈاکٹر باراکہ کتب خانہ
0321-4477511
042-37225605

Email: muslimkitabevi@gmail.com

ذمہ تعاون فی پرچہ - 50/- روپے

سالانہ چھ ہند روپے ڈاک - 800/-

قرآن مقدس کی توہین.... بیمار ذہنیت کی علامت

غلام مصطفیٰ رضوی

اسلام! دینِ فطرت ہے، اسلام کی مقبولیت سے ایوانِ باطل مضطرب ہے، سسکتی انسانیت کو بالآخر اسلام کے دامن میں ہی قرار ملنا ہے۔ انسانی فطرت میں تلاش و جستجو کا مادہ ابتدا ہی سے رہا ہے؛ اور جیسے جیسے یہ ارتقا سے ہم آہنگ ہوا اسلام کی سچائی نکھرتی گئی، دل کی دُنیا میں خوش گوار انقلاب رونما ہوتا گیا۔ یورپ کے صنعتی انقلاب اور پھر اس سے منسلک سائنس و ٹکنالوجی کے میدان میں حیرت انگیز فتوحات نے جہاں مادیت کو بڑھاوا دیا؛ وہیں اس رجحان کو بھی تقویت ملی کہ اب اسلام ”جدیدیت“ کے آگے ٹک نہ سکے گا!! صہیونیت اپنے زعم میں مبتلا تھی کہ اسلام جدید تقاضوں کی کسوٹی پر ناقص ثابت ہوگا! لیکن وقت اور حالات نے اس بات پر مہر ثبت کر دی کہ:

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ﴿۱۹﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۹)

”بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔“... اور یہ دین ”دینِ فطرت“ ہے، جس کے ہر اصول کی تائید و تصدیق روحانی ذرائع کے ساتھ ساتھ عقلی ذرائع سے بھی ہوتی ہے۔ حقائق کا مطالعہ اسلام کے حسن کو نمایاں کرتا ہے۔

جدیدیت کی تعبیر اسلام کی راہ میں حائل نہ ہو سکی۔ دہریت نے سر اُبھارا؛ لیکن! اس کے ساتھ ہی سائنس کی نئی تحقیقات نے خداے قدیر کے وجود پر ایمان کو مزید پختہ کیا۔ نظام کائنات میں ہونے والی جستجو کا حاصل وجودِ باری کا اقرار ٹھہرا... اس طرح قرآن کی صداقت و سچائی اُجاگر ہوتی چلی گئی۔ پھر صہیونیت نے اسلام کے مقابل ”ماڈرنائزیشن“ کا پرچار کیا۔ جسے ہم تہذیبی و ثقافتی حملہ بھی کہہ سکتے ہیں، اس کے اُصولوں میں یہ شامل ہے کہ انسانی حیات کے لیے اسلام مکمل طور پر نماندگی نہیں کر سکتا، متوازن اور کامل زندگی کا تصور ماڈرنائزیشن میں ہے یا مغرب کی اندھی تقلید میں!..... دین اسلام کی اکملیت کا قرآن نے پہلے ہی اعلان کر دیا، جس کی رو سے انسانیت کے

لیے یہ مجموعہ قوانین ہے، دین مکمل ہونے کا مطلب واضح ہے کہ اس میں حیاتِ انسانی کے جملہ اصولوں کا احاطہ کر لیا گیا ہے، قرآن کے اعلان پر غور کریں:

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (سورۃ المائدہ: ۳)

”آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا“.....

اس میں واضح اظہار ہے کہ نجات پسندیدہ دین ”اسلام“ میں ہے۔ اور قرآنی احکام کی متابعت میں ہے۔ قرآن کامل ضابطہ ہے اور کتابِ عظیم۔

اسلام کی اسی فطرت سے اسلام مخالف قوتیں بوکھلائی ہوئی ہیں، جس کا اظہار گاہے بگاہے ہوتے رہتا ہے، چند سالوں سے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کر کے ناموس رسالت پر مسلسل حملہ اسی ناپاک مشن کا حصہ ہے۔ نئی تعبیرات مثلاً شدت پسندی، بنیاد پرستی، ٹیررزم، آتنک واد، اسلام سے نفرت کا منصوبہ بند اظہار ہے۔ جس میں یہود و نصاریٰ سمیت مشرکین ہند بھی شامل ہیں۔ ماضی قریب میں لکھنؤ کے ایک اسلام دشمن ایجنٹ نے قرآن مقدس کی ۲۶ آیات کے خلاف اپنی بدزبانی ظاہر کی۔ آیات جہاد سے بغض کا اظہار کیا۔ کتاب مقدس کی اکملیت پر زبان دراز کر کے اپنے ارتداد کا اظہار کیا، اس طرح کے لوگ ظاہراً اسلامی نام رکھتے ہیں لیکن یہ سب یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ اور مشرکین کے فضلہ خوار ہیں۔ بلکہ مذکورہ شخص بعد میں مشرکین کا حصہ بن گیا۔ جنھوں نے اپنے جہنمی ہونے پر مہر ثبت کرائی۔ ماضی میں امریکی ریاست فلوریڈا کے ایک چرچ کی قرآن مقدس کو جلائے کی ترغیب بھی اسلام کی مقبولیت سے گھبراہٹ کی دلیل تھی۔ حالیہ دنوں سویڈن میں قرآن مقدس کا جلایا جانا بھی اسلام کے بڑھتے ہوئے سیل رواں سے گھبراہٹ کی دلیل ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ مذکورہ فکر آگے بڑھ تو نہیں پائے گی لیکن مسلمانوں میں بے چینی اور اضطراب کا ایک دور ضرور شروع ہو چکا ہے۔ شاید اس عمل سے باطل یہ سمجھ رہا ہو کہ

قرآن مقدس کے خلاف ایک منفی فکر آگے بڑھے گی اور دھیرے دھیرے اس سے متعلق ”تشکیک“ اور ”تحریف“ کے رجحانات کو تقویت ملے گی... لیکن ان کا جواب بھی قرآن مقدس نے تقریباً ۱۸ صدی پہلے ہی دے دیا تھا:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿۱﴾ (سورۃ الحجر: ۹)

”بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں“..... تو بین قرآن مقدس کے مرتکبین ضرور نا مراد ہوں گے! ان کے دہشت گردانہ عزائم خاک میں مل جائیں گے... اسلام سے بغض و عناد اور تو بین قرآن کا یہ عمل سنجیدہ دل و دماغ کو قبول حق کی طرف مائل اور قرآن پاک سے قریب کرنے کا سبب بنے گا۔ جس کا نتیجہ ”قبول حق“ کی صورت میں سامنے آئے گا؛ لیکن ہمارے لیے یہ المیہ ہے کہ ہم قرآنی تعلیمات سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ ان حالات میں ہمیں استحکام کے ساتھ قرآنی معاشرے کی سمت مراجعت کرنی چاہیے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر

ہم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

نبی کو نبین ﷺ کے قلبِ مبارک پر نازل ہونے والی یہ کتاب ”قرآن مقدس“ آج بھی پوری انسانیت کے لیے رہبر و رہنما ہے، ہمیں انسانوں کے ہاتھوں بنائے ہوئے ان اصولوں کی کیا ضرورت جو کل زوال سے دوچار ہوں گے، مستقل کامیابی اور انسانیت کی فوز و فلاح تو قرآن کے احکام اور دامنِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستگی میں ہے۔

گلوبلائزیشن کی اصطلاح آج رائج ہوئی لیکن اسلام کی عالم گیریت ختم المرسلین نبی مختار ﷺ کی بعثت کے ساتھ ظہور میں آئی، جسے ہم ”عالمی ہدایت“ سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں، قرآن سے مخالفت رکھنے والے اس سے بھی خوف زدہ ہیں کہ انسانیت کی عالم

گیر رہنمائی قرآن مقدس کر رہا ہے، جب تک قرآن رہے گا انسانیت اسلام کے دامن میں قرار پائے گی، مولانا عبد العظیم میرٹھی رضوی کے الفاظ میں:

(حضرات انبیاء کرام علیہم السلام باری باری) تشریف لا کر اپنا اپنا کام (یعنی خلق کی ہدایت) کرتے گئے حتیٰ کہ ایک ایسا وقت بھی آ گیا جب حیاتِ انسانی ایک عالم گیر تاریکی میں محصور ہو گئی..... عالم گیر اصلاح کے لیے ایک عالم گیر پیغام کی ضرورت تھی اور جس خداے واحد و یکتا نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب رسولوں کو وحی بھیجی تھی، حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام والحمۃ والثناء کو بھی وحی بھیجی۔ وہی جنھوں نے تاریخِ انسانیت میں بالکل پہلی بار خدائی حکم کے مطابق یہ دعویٰ کیا: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا** (پ ۹، ع ۱۰) ”اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں“..... اور یہی اسلام کی عالم گیر رہنمائی پر دال ہے، عقلی تحریک کے نمائندوں کو اس زندہ حقیقت پر غور کرنا چاہیے۔“

بہر کیف! قرآن مقدس وہ کامل کتاب ہے جس کی ہدایت و رہنمائی میں انسانیت کی زلفِ برہم سنورتی ہے اور عالمِ کفر اس کی مقبولیت سے مبہوت و لرزہ بر اندام ہے۔ قرآن مقدس کے حسن نے دلوں میں گھر کر لیا ہے۔ اہلِ باطل مل کر بھی قرآنی فکر کا جواب نہیں دے سکتے۔ اس کی عظمتوں کی قندیل ہر روز فروزاں ہوگی اور اس کی شان ہر لمحہ بڑھتی ہی جائے گی۔

نصابِ زندگی ہر دور کے انسان کی خاطر
عیان ہوتے رہیں گے حشر تک اسرارِ قرآنی

[قمر اعظمی]

رہیں گی اس کو مٹانے کی سازشیں ناکام
کہ نور آج ہے اور نور کل ہے قرآن کا

[فریدی مصباحی]



اپنی خاطر جو بنایا آپ ہیں

غلام مصطفیٰ نعیمی

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا ایک شعر ان دنوں موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ بحث کی ابتدا پاکستان کے معروف عالم دین مفتی اکمل صاحب کی تنقید سے شروع ہوئی۔ جس میں موصوف نے مذکورہ شعر کو گہرا قرار دیتے ہوئے بغیر توضیح و تشریح کے پڑھنا عوام الناس کے لیے خطرناک بتایا۔ اسی تنقید پر اہل علم کے درمیان مباحثہ چل رہا ہے۔ ہم اس تحریر میں مفتی صاحب کی تنقید اور شعر کی معنویت کو سمجھنے کی کوشش کریں گے تاکہ مفتی اکمل کی تنقید اور شعر کا درست مفہوم ظاہر ہو سکے۔ اس مقام پر چند بنیادی چیزیں سمجھ لی جائیں تو امید ہے کہ سارا مطلع صاف ہو جائے گا۔

خاطر کے معانی اور استعمال

الفاظ کی دنیا بھی نہایت وسیع و عریض ہے۔ جہاں صرف معانی ہی نہیں، اس کی باریکیاں، ان کا استعمال اور عرف و تعامل کا اثر دیکھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ کئی بار حقیقت مجاز کے آگے اور لغت عرف کے سامنے کہیں پوشیدہ ہو جاتی ہے اور جو بات یا معنی عوام خواص میں رائج ہو اسی کا اعتبار کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ کئی بار ایسا بھی ہوتا ہے کہ لفظ کے ظاہر سے انسانی ذہن دوسری جانب نکل جاتا ہے اس لیے گفتگو میں الفاظ کے ساتھ اس کے معانی اور معانی کے ساتھ اس کی باریکیاں اور عرف عوام کا خیال بھی از حد ضروری ہوتا ہے، تاکہ لغت، حقیقت یا الفاظ کے پیچ و خم کی وجہ سے ذہن و فکر اضطراب و انتشار کا شکار نہ ہو سکے۔

تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے جس شعر پر بحث و مباحثہ کا دور جاری ہے وہ یہ ہے:

آپ کی خاطر بنائے دو جہاں
اپنی خاطر جو بنایا آپ ہیں

اسی شعر کے مصرعہ ثانی پر پاکستان کے معروف عالم دین مفتی محمد اکمل صاحب سے سوال کیا گیا تو آپ نے نقد کرتے ہوئے چند نکات بیان کیے جن کا خلاصہ یہ ہے:

شعر کی تاویل ہو سکتی ہے لیکن بغیر توضیح و تشریح کے عوام میں ایسا گہرا شعر پڑھنا ذرا خطرناک ہے۔

اللہ تعالیٰ کے تمام افعال غرض سے پاک و صاف ہوتے ہیں۔

شعر مذکور سے ظاہراً اللہ تعالیٰ کا محتاج غرض ہونا لازم آتا ہے جب کہ وہ ہر غرض سے پاک ہے۔

مفتی صاحب نے مثالوں کے ذریعے واضح کیا کہ خداوند قدوس کے افعال کسی بھی غرض کے ساتھ نہیں ہوتے ہاں ارادہ الہی کے تحت جو چیز وجود میں آتی ہے وجود کے معاً بعد اس سے ہزاروں لاکھوں اغراض وابستہ ہو جاتے ہیں۔ مفتی صاحب نے شعر مذکور کو بایں بنا عوام میں پڑھنے سے منع کیا کہ ظاہراً اس شعر سے اللہ تعالیٰ کا محتاج غرض ہونے کا مفہوم متبادر ہو رہا ہے اس لیے ایسا گہرا شعر بغیر توضیح و تشریح نہ پڑھا جائے ورنہ عقیدہ و نظریہ کے لیے خطرناک ثابت ہوگا۔ اب دیکھتے ہیں کیا مذکورہ شعر میں غرض کا لفظ یا مفہوم موجود ہے کہ نہیں؟

جب ہم اس شعر کو دیکھتے ہیں تو لفظ غرض کا استعمال کسی مصرعہ میں نہیں ہے، ہاں مصرعہ اول میں ”آپ کی خاطر“ اور مصرعہ ثانی میں ”اپنی خاطر“ کا استعمال کیا گیا ہے، مفتی صاحب نے شاید اسی جملے سے غرض کا مفہوم اخذ کیا ہے۔ اس لیے پہلے اسی جملے کا لغوی معنی اور عوامی استعمال سمجھ لیتے ہیں تاکہ تنقید کی اصل نوعیت سمجھ سکیں۔

خاطر ایک کثیر المعانی لفظ ہے، لغت میں اس کا بنیادی مفہوم رضا، خوشی، خواہش، پاس و لحاظ، پاس داری اور دل جوئی کا بیان کیا گیا ہے۔ اگر ان معانی کو مصرعہ اول کے ضمن میں سمجھا جائے تو مصرعہ اول کا سیدھا سادا سا مفہوم یہ نکلے گا؛

یا رسول اللہ! یہ ساری کائنات، یہ ارض و سما، یہ غنچہ و گل، یہ سنبل و سمن، یہ فلک و ملک، یہ زمین و آسماں، یہ بحر و بر، یہ شمس و قمر، یہ جن و بشر سب کچھ آپ کی خوشی، آپ کے صدقے، آپ کے اعزاز اور آپ ہی کے واسطے پیدا کیے گئے ہیں۔ آپ نہ ہوتے تو کائنات کا وجود ہی نہ ہوتا سب کا وجود آپ ہی کے وجود مسعود کا صدقہ ہے۔ یہ صرف شاعرانہ تخیل نہیں اسلامی نظریہ کی عکاسی ہے، حدیث قدسی ہے:

وعنق و جلالی لولاک ما خلقت الجنۃ و لولاک ما خلقت الدنیا۔
”میری عزت و عظمت کی قسم، اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو جنت کو بھی پیدا نہ کرتا اور اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو پھر دنیا کو بھی پیدا نہ کرتا“۔^①

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

ایک تسامح اور اس کا ازالہ

مصرعہ اول کی تفہیم پر شاید ہی کسی کو اعتراض ہو، رہ جاتا ہے مصرعہ ثانی، اسی کے جملے اپنی خاطر سے مفتی اکمل صاحب کو غرض الہی کا اشتباہ ہوا، اور انہوں نے شعر کو خطرناک کہہ دیا۔ مفتی صاحب نے نقد کرتے ہوئے کہا کہ کسی بھی ارادے کے لیے پہلے غرض لازم ہے، اس کے بعد ارادہ ہوتا ہے اس کے بعد عمل ہوتا ہے۔ یعنی کسی بھی کام کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں:

1/ غرض۔ 2/ ارادہ۔ 3/ عمل

مفتی صاحب کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ارادے پر کوئی چیز نہیں ابھارتی ہاں معاً بعد لاکھوں اغراض اس عمل بعد ارادہ سے وابستہ ہو جاتی ہیں۔ مجھے لگتا ہے یہاں پر مفتی

صاحب سے اصول بیان کرنے میں قدرے تسامح ہوا، ضروری نہیں ارادہ الہی کسی غرض ہی کے تحت ہو، ارادہ الہی رضائے حبیب کی خاطر بھی ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ لَا رَى تَقْلُبُ وَجْهَكَ فِي السَّمَاۗءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ ①

ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے (کعبے کو قبلہ بنانے) کا اظہار فرمایا ہے اور یہ ارادہ کسی غرض سے نہیں بل کہ رضائے حبیب کی خاطر ظاہر کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ارادہ الہی کے لیے رضائے حبیب کا نظریہ رکھنا ہرگز غرض نہیں ہے ورنہ قرآن کریم میں ارادہ الہی کو رضائے حبیب کے ساتھ نہ بیان کیا جاتا۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

اس مقام پر یہ بھی ذہن نشین رکھیں کہ انسانی ارادے کے لیے کئی چیزوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے، اولاً اس ارادے کا تصور، اس کے فائدے کا یقین، حاصل کرنے کا شوق پھر کہیں جا کر دماغ اعضائے بدنہ کو مطلوبہ چیز کے حصول کا حکم دیتا ہے لیکن ارادہ الہی ان تمام چیزوں سے پاک ہوتا ہے، ہاں اس کا ارادہ دو طرح کا ہوتا ہے۔

1- صرف مشیت و قدرت کے تحت 2- جس میں رضائے الہی شامل ہو

کائنات کے تمام امور اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی قدرت ہی کے تحت واقع

ہوتے ہیں، بغیر مشیت الہی پتا بھی نہیں مل سکتا لیکن ضروری نہیں کہ ہر امر مشیت میں

رضائے الہی بھی شامل ہو۔ جو کام ناپسندیدہ ہوتے ہیں، وہ بھی تحت قدرت ہی ہوتے

ہیں لیکن ان میں رب کی رضا و پسندیدگی نہیں ہوتی۔ دوسرے وہ کام ہوتے ہیں جن میں مشیت الہی کے ساتھ ساتھ رضائے الہی بھی شامل ہوتی ہے۔ المعتقد میں ہے:

فالمعاصی واقعة بارادته ومشیتہ تعالیٰ لا بامرہ ورضاءہ ومحبتہ^①
 ”معاصی اللہ کے ارادے اور اس کی مشیت سے واقع ہوتے ہیں نہ کہ اس کے حکم سے اور نہ اس کی رضا و محبت سے۔“

یعنی گناہ و نافرمانی کے کام بھلے ہی تحت مشیت ہوتے ہیں مگر وہ رضائے مولیٰ سے خالی ہوتے ہیں ہاں امور محمودہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا و پسند شامل ہوتی ہے۔ اس تفصیل سے بھی یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ ارادہ الہی کے لیے محبت و پسندیدگی کا نظریہ رکھنا ہرگز غرض نہیں ہے بل کہ یہ نظریہ اہل سنت ہے۔

لفظ خاطر پر اشتباہ اور اس کا جواب

مفتی اکمل صاحب کو مصرعہ ثانی میں ”اپنی خاطر جو بنایا“ پر اصل اعتراض تھا، اس لیے پہلے یہ جان لیتے ہیں کہ اہل علم کے یہاں اپنی خاطر یا اس سے ملتی جلتی تراکیب کس معنی میں استعمال کی جاتی ہیں۔ اہل زبان اپنی خاطر، تمہاری خاطر جیسی ترکیبوں کا استعمال اپنائیت، قربت اور اظہار محبت کے لیے کرتے آئے ہیں، عبید اللہ علیم کہتے ہیں:

اب تو مل جاؤ ہمیں تم کہ تمہاری خاطر
 اتنی دور آگئے دنیا سے کنار کر کے
 امین شارق لکھتے ہیں:

ہیں دنیا سے منکر ہم
 صرف تمہاری خاطر ہم

ساغر صدیقی لکھتے ہیں:

ہم بڑی دور سے آئے ہیں تمہاری خاطر
دل کے ارمان بھی لائے ہیں تمہاری خاطر

ان تمام اشعار میں تمہاری خاطر کا استعمال، اپنائیت، قربت اور اظہارِ محبت کو بیان کرنے کے لیے ہوا ہے۔ جس سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ اپنی خاطر جیسی ترکیب کا استعمال کسی غرض نہیں بل کہ اظہارِ قربت و محبت کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس تناظر میں تاج الشریعہ کے مصرعہ ثانی کا مفہوم یہ نکلے گا:

یا رسول اللہ ﷺ! رب تعالیٰ نے آپ کو خاص اپنے لیے بنایا ہے، آپ کا وجود مسعود خداوند اقدس کی اس رضا کے تحت ہوا ہے جو کسی اور انسان کا مقدر نہ ہو سکی۔ آپ اللہ عزوجل کے اس ارادہ رضا کا ظہور ہیں جس کا ہر حصہ قربت الہی کے جلوؤں سے سرشار ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا مقصد اپنی عبادت قرار دیا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ①

اور میں نے جن اور آدمی اپنے ہی لیے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ارشاد فرمایا:

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي ②

اور میں نے تجھے خاص اپنے لیے بنایا۔

غور کریں! پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کا مقصد تخلیق اپنی عبادت کو قرار دیا، پیغمبرِ آخر الزماں ﷺ انسانیت کا فردِ کامل ہیں، آپ کے طرح کوئی عبادت کر سکا ہے نہ کر سکے گا، باقی تمام انسانوں کی عبادتیں آپ کی عبادت کے بعد ہیں بایں طور بھی یہ کہا جانا بالکل بجا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ جانِ رحمت کو اپنی عبادت کی خاطر بنایا

① (سورہ ذاریات: ۵۶)

② (سورہ طہ: ۴۱)

ہے۔ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں واضح طور پر فرمایا کہ میں نے تمہیں ”خاص“ اپنے لیے بنایا ہے۔ اس آیت میں ”خاص“ اپنے لیے کی تفسیر بیان کرتے ہوئے صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی رقم طراز ہیں:

”اپنی وحی اور رسالت کے لئے تاکہ تو میرے ارادہ اور میری محبت پر تصرف کرے اور میری حجت پر قائم رہے اور میرے اور میری خلق کے درمیان خطاب پہنچانے والا ہو۔“

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی و رسالت کے باب میں خاص اپنے لیے بنایا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ شرف حاصل ہوا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ وحی الہی کے باب میں جو مقام ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہیں ملا۔ حضرت موسیٰ ہم کلامی کے لیے طور جائیں، حضور جہاں ہوں وہاں وحی آئے۔ موسیٰ علیہ السلام بواسطہ درخت ہم کلام ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلا واسطہ ہم کلامی کا شرف حاصل کریں۔ حضرت موسیٰ کی رسالت، رسالت محمدی کا صدقہ ہے۔ اللہ کی محبت پر جو مقام و مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے اس کا حضرت موسیٰ سے موازنہ بھی نہیں کیا جاسکتا، اگر اسی مفہوم کو شعری رنگ میں اپنی خاطر جو بنایا آپ ہیں کہہ دیا جائے تو قرآن کی ترجمانی ہی کہلائے گی۔ اور یہ مفہوم کسی بھی طور پر اللہ تعالیٰ کی غرض کی جانب مشیر نہیں ہوگا۔

ربا یہ خدشہ کہ عوام اس مفہوم و مطلب کو سمجھتی ہے کہ نہیں؟ اس پر اتنا جان لینا کافی ہے کہ عوام الناس میں لفظ غرض کو اچھا نہیں سمجھا جاتا (بھلے ہی غرض صحیح ہو)

کسی کو خود غرض کہہ دیا جائے تو انسان اسے گالی سمجھتا ہے حالانکہ معنوی اعتبار سے

غرض صحیح ہو تو خود غرضی کا مفہوم برا نہیں ہے لیکن عرفاً یہ لفظ ناپسندیدہ مانا جاتا ہے جب عوام اس لفظ کو اپنے لیے ہی استعمال کرنے سے بچتے ہیں تو کوئی اسے خداوند قدوس کے لیے

سوچ بھی کیسے سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم ﷺ کو اپنے لیے، اپنی خاطر بنایا جیسے جملوں سے عوام یہی سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو خاص اپنے لیے پیدا فرمایا ہے اسی لیے حضور پاک کو مقامِ محبوبیت عطا فرمایا جو کسی بھی نبی و پیغمبر کو نہیں ملا۔ اس لیے اپنی خاطر جیسے جملوں سے غرض الہی جیسا مفہوم مراد لینا اہل علم اور عرف عام کے خلاف ہے۔



اعلیٰ حضرت اور مجذوب

سید وقاص قادری

اعلیٰ حضرت رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ کے شہر بریلی شریف میں ایک مجذوب رہا کرتے تھے۔ مجذوب اس ولی اللہ کو کہتے ہیں جو محبتِ الہی میں گم ہو کر رہ جائے۔ 1316 ہجری کا واقعہ ہے کہ بریلی شریف کے یہ مجذوب اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اور یہ روحانی طور پر زمین کی سیر تو کر چکے تھے مگر آسمان کی سیر ابھی نہ کی تھی، لہذا نادانانہ کیفیت کی بنا پر کہنے لگے:

حُضُورِ سید عالم ﷺ کی حکومت زمین پر نظر آرہی ہے، آسمان پر نظر نہیں آتی۔ سیدی اعلیٰ حضرت رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ نے فرمایا: حُضُورِ پُرٹور شہنشاہِ دو عالم ﷺ کی حکومت جس طرح زمین پر ہے، اسی طرح آسمان پر بھی ہے، اُن مجذوب بُرگ رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ نے دوبارہ عرض کیا:

حضورِ اکرم، نور مجسم ﷺ کی حکومت زمین پر نظر آرہی ہے، آسمان پر نظر نہیں آتی۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ نے پھر فرمایا: کسی کو نظر آئے یا نہ آئے لیکن میرے آقا، شہنشاہِ دو جہاں ﷺ کی حکومت بحر و بر، خشک و تر، برگ و ثمر، شجر و حجر، شمس و قمر،

زمین آسمان ہر شے پر، ہر جگہ جاری تھی، جاری ہے اور جاری رہے گی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ پُر جلال جواب سُن کر وہ مجذوب بُرگ رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے۔

ادھر یہ مجذوب صاحب گئے، ادھر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شہزادے مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ جن کی عمر مبارک اس وقت 6 سال تھی، یہ اُس وقت چھت پر تشریف فرما تھے، اچانک چھت سے گر پڑے، یہ حال دیکھ کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو آواز دی اور فرمایا:

”تم ابھی ایک مجذوب سے الجھے تھے اور وہ شاید غصے میں چلے گئے، دیکھو جی تو مصطفیٰ رضا چھت پر سے گر پڑے، مجذوب سے الجھنا نہیں چاہئے۔“

والدہ محترمہ کی یہ بات سُن کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے با آدب کہا: مصطفیٰ رضا چھت سے گرے تو میں لیکن انہیں چوٹ نہیں لگی ہوگی۔ دیکھا گیا تو واقعی آپ کے شہزادے صحیح سلامت مسکرا رہے تھے، اب سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجذوب دانہ جلال کے ساتھ فرمایا: اللہ پاک اگر ایسے ہزار مصطفیٰ رضا عطا فرمائے تو بھی خدا کی قسم! ان سب کو شریعت پر قربان کر سکتا ہوں لیکن شریعتِ مطہرہ پر کوئی حرف نہ آنے دُوں گا۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا

دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

پھر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حقیقت سے پردہ اُٹھاتے ہوئے فرمایا:

مجذوب تو میرے پاس اصلاح کے لئے تشریف لاتے ہیں اور یہ کام فقیر کے سپرد ہے،

یہ مجذوب زمین کی سیر فرما چکے تھے، اب آسمان کی سیر فرمانے جا رہے تھے، لہذا اس نظر

کی ضرورت تھی جس سے حضور شہنشاہِ کونین ﷺ کے اختیارات آسمان پر بھی ملاحظہ فرماتے، اس لئے فقیر کے پاس تشریف لائے۔ الحمد للہ! انہیں وہ نظر عطا کر دی گئی۔

اس واقعہ کو ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ وہ مجذوب بزرگ رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ دوبارہ حاضر ہوئے اور خوشی میں اعلیٰ حضرت رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ کے سینے مبارک سے لپٹ گئے اور پیشانی کو بوسہ دے کر کہا: خدا کی قسم! جس طرح حُضُور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حکومت زمین پر ہے، اسی طرح آسمان پر بھی بلکہ ہر جگہ، ہر شے پر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حکومت دیکھ رہا ہوں، الحمد للہ! آپ کے طفیل اب آسمان پر بھی مجھے حُضُور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حکومت نظر آرہی ہے۔

جانتے تھے تھے تجھے قُطْب و ابدال سب
کرتے تھے مجذوب و سالک اَدَب
تیری چوکھٹ پہ خُم اہل دل کی جبین
سیدی مرشدی شاہ احمد رضا^①



محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کے علماء و طلباء کے لئے ایمان افروز ملفوظات

- 1- بیان ٹھوس کریں، جو مسئلہ بیان کریں اس کا ثبوت تحقیقاً یا الزاماً آپ کے پاس ہو۔
- 2- آپ ہوں اور کتابوں کا مطالعہ۔
- 3- جس قدر علم میں توجہ کریں گے اتنا ہی ترقی و عروج حاصل کریں گے۔
- 4- آپ دین کے مبلغ اور ترجمان ہیں، آپ کا کردار بے داغ ہونا چاہیے۔
- 5- علم اور علماء کے وقار کو ہمیشہ مد نظر رکھیں، کوئی ایسا کام نہ کریں کہ علماء کا وقار مجروح ہو۔

- 6- علمِ دین کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ ہرگز نہ بنائیں، اگر بنایا تو نقصان اٹھائیں گے۔
- 7- علمائے کرام ہمیشہ لباسِ اُجلا اور عمدہ واعلیٰ پہنیں، نیز اس کی شرعی حیثیت کا خیال بھی ضروری ہے۔
- 8- عمدہ جوتا استعمال کریں تاکہ دنیا داروں کی نگاہ عالم کے جوتوں پر رہے۔
- 9- نمازیوں سے اخلاق سے پیش آئیں، جو سنی دھوکے میں ہیں، ان کی اصلاح جاری رکھیں۔
- 10- دنیا داروں سے بے تکلفانہ روابط قائم نہ کریں۔
- 11- حدیثِ پاک کی کم و بیش 380 کتب ہیں، آج کل ساری کتبِ احادیث ملتی بھی نہیں، لہذا جب کبھی تم سے کوئی کسی حدیث کے بارے میں سوال کرے تو یہ مت کہو کہ یہ حدیث کسی کتاب میں نہیں، بلکہ یوں کہو کہ یہ حدیث میرے علم میں نہیں ہے یا میں نے نہیں پڑھی۔
- 12- قرآن و حدیث اور کتبِ دینی کے بارے میں یہ نہیں کہنا چاہیے کہ وہاں پڑی ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہاں رکھی ہیں۔
- 13- بے ضرورت بازار نہ جائیں اور نہ کسی دکان پر بیٹھیں۔
- 14- دین کی خدمت دین کے لئے کریں، لالچ نہ کریں۔ ایک جگہ سے خدمت کم ہوگی تو دوسری جگہ سے کسر پوری ہو جائے گی۔
- 15- پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا ذکر کریں کہ لوگ آپ کو دیوانہ تصور کریں۔
- 16- سنی بمنزلہ ایک چراغ کے ہے، جتنے سنیوں کا اجتماع ہوگا، اتنے چراغ زیادہ ہوں گے اور ان کی روشنی و خیر و برکت عام ہوگی۔
- 17- (ایک مرتبہ ایک صاحب سے فرمایا) میں اپنوں سے الجھ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا، اتنا وقت تبلیغ اور بد مذہبوں کی تردید میں صرف کروں گا۔

18- (آخری ایام میں حضرت مخدوم پیر سید محمد معصوم شاہ نوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا)

شاہ صاحب! میری دو باتوں کے گواہ رہنا:

ایک یہ کہ میں حضور غوث پاک ﷺ کا مرید اور غلام ہوں۔

دوسرا یہ کہ اس فقیر نے عمر بھر کسی بے دین سے مصافحہ نہیں کیا۔

19- دنیا کا مال و دولت خاک سے پیدا ہوا اور علم دین کی دولت سیدہ مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اُس دولت سے بہتر کون سی دولت ہو سکتی ہے جو سیدہ مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا ہو۔

20- ایک دفعہ اپنے تلامذہ (شاگردوں) سے فرمایا کہ:

ایک بات یاد رکھو، جہاں کہیں بھی تم میں سے کوئی خطیب، امام یا مدرس ہو، اگر

خدا خواستہ آپ کے مقتدی سنیوں میں آپ کی وجہ سے پارٹی بازی، افتراق و انتشار کی

صورت بن جائے اور اہل سنت میں باہمی فساد کا خطرہ پیدا ہونے کا امکان ہو تو فوراً وہاں

سے اپنی ذمہ داری ترک کر دو اور یہ کہو:

پائے ما لنگ نیست، ملک خدا تنگ نیست ①

(ہمارے پاؤں تنگ نہیں ہیں اور نہ ہی خدا کی سلطنت تنگ ہے۔)

یا اللہ عز و جل حضور محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے ہمیں بھی نور علم نصیب فرما

اور عشق رسول ﷺ کی عظیم دولت عطا فرما۔

آمین ثم آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم



خلفائے راشدین

1- حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ)

مفتی داؤد الرحمن صاحب

نام اور کنیت حضرت ابوبکر عام الفیل (وہ سال جس میں ابرہہ نے مکہ پر حملہ کیا) کے اڑھائی برس بعد 572ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نبی ﷺ سے اڑھائی برس چھوٹے تھے۔ آپ کا نام عبد اللہ تھا اور کنیت ابوبکر رضی اللہ عنہ، والد کی کنیت ابو قحافہ اور نام عثمان بن عامر تھا۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اسلام لانے سے قبل آپ کا نام عبد الکعبہ تھا، لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد نبی ﷺ نے آپ کا نام عبد اللہ رکھ دیا۔

قبیلہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قبیلہ تیم بن مرہ بن کعب سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا نسب آٹھویں پشت میں مرہ پر جا کر رسول اللہ ﷺ سے مل جاتا ہے۔ آپ کا پیشہ تجارت تھا۔ آپ بہترین اخلاق کے مالک، رحم دل اور نرم خوتھے۔ عقل مندی، دور اندیشی اور بلند فکری کے لحاظ سے مکہ کے بہت کم لوگ آپ کے ہم پلہ تھے۔ خلیفہ اول اور مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے آپ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے والد تھے۔ آپ نے رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ ہجرت کی۔ انہوں نے اپنی تمام دولت راہ خدا میں خرچ کر دی۔ اسلام لانے کے بعد آپ کی زیادہ تر زندگی حضرت محمد ﷺ کی صحبت میں گزری۔ جب نبی اکرم کی علالت نے شدت اختیار کی تو آپ نے حکم دیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ایک دن ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ سے باہر تشریف لے گئے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہ پا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نماز پڑھانے کو کہا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر

کہاں ہیں؟ اللہ اور مسلمان یہ بات پسند کرتے ہیں کہ ابو بکر نماز پڑھائیں۔

زمانہ خلافت صدیقی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صدمہ اس قدر گہرا تھا کہ اسے خود برداشت کر لینا اور آپ کے بعد آپ کی غمگین امت کو درست سمت میں لے کر چلنا ایسا کارنامہ تھا جو حضرت ابو بکر ہی انجام دے سکتے تھے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ مقرر ہوئے۔ خلافت کا منصب سنبھالتے ہی آپ کو مرتدوں کے فتنے اور اسامہ کے لشکر کی مشکل پیش آئی۔ (مرتدا اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایمان لا کر دوبارہ کافر ہو جائے۔ اکثر علما اس کو بھی مرتد کہتے ہیں جو اسلام چھوڑ کر غیر مسلم ہو جائے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عربوں کی بدوی فطرت بیدار ہو گئی۔ وہ مرکز مدینہ سے آزاد ہو کر دوبارہ کفر کی طرف لوٹنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ بعض قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ دوسری طرف اسامہ کے لشکر کا مسئلہ بن آیا۔ اس لشکر کو خود نبی اکرم نے شام کی سرحد پر رومیوں سے جنگ کے لیے تیار کیا تھا۔ لیکن اب بعض صحابہ اس لشکر کی روانگی کے خلاف تھے، جبکہ حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مجھے یہ یقین ہو کہ جنگل کے درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں گے تو بھی میں اسامہ کے اس لشکر کو روانہ ہونے سے نہیں روک سکتا۔ اس کے علاوہ آپ کے زمانہ خلافت میں بہت سے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے بھی پیدا ہو گئے۔ آپ نے اپنی دور اندیشی اور فہم و فراست سے ان معاملات کو بڑے اچھے طریقے سے حل کیا۔ سیدنا ابو بکر نے اپنی خلافت کی ذمہ داریاں انتہائی تقویٰ و امانت کے ساتھ ادا کیں۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ان کی اہلیہ نے حلوہ کھانے کی فرمائش کی تو مسلمانوں کے بیت المال پر بوجھ ڈالنا منظور نہ کیا، بلکہ روزانہ ملنے والے وظیفے میں سے کچھ رقم پس انداز کی تب حلوہ بنایا۔ آپ کا دور خلافت

تقریباً ستائیس ماہ رہا۔ آپ کے دور خلافت میں مسلمانوں کو متعدد فتوحات ہوئیں۔

وفات اور مدفن

♦ آپ (ﷺ) 22 جمادی الآخر (13ھ) 23 اگست 634ء میں مدینہ میں فوت ہوئے۔ اپنی وفات سے پہلے آپ نے مسلمانوں کو ترغیب دی کی وہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ تسلیم کر لیں۔ لوگوں نے آپ کی ہدایت پر حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک 61 سال تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو وفات کے بعد حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے روضہ مبارک میں آپ کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا جو کہ ایک بہت بڑی سعادت تھی۔

2- حضرت عمر عمر ابن الخطاب (رضی اللہ عنہ)

حضرت عمر بن خطاب کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں، البتہ ہجرت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال سے کچھ کم تھی۔ اس حساب سے وہ عام الفیل کے 13 سال بعد اور حرب فجار (عربوں کے کچھ مہینے ایسے تھے جن میں وہ جنگ کرنا حرام سمجھتے تھے، یہ جنگ انھی حرام مہینوں میں ہوئی۔ اس لیے اسے حرب فجار (برائی کی جنگ) کہا جاتا ہے۔ یہ جنگ دو عرب قبیلوں قریش اور قیس کے درمیان ہوئی تھی) کے 4 سال بعد پیدا ہوئے ہوں گے۔ عیسوی حساب سے ان کا سن پیدائش قریباً 571ء بتا ہے۔ آپ کا نام مبارک عمر ہے اور لقب فاروق، کنیت ابو حفص، لقب و کنیت دونوں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عطا کردہ ہیں۔ آپ کا نسب نویں پشت میں رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جاملتا ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مرہ کی اولاد میں سے ہیں، جبکہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) عدی کی اولاد میں سے ہیں۔ ایک مشہور روایت کے مطابق آپ نے بعثت نبوی کے چھٹے سال ہجرت سے ۴ سال قبل ذوالحجہ کے مہینے میں اسلام قبول کیا۔

ابتدائی زندگی

آپ مکہ میں پیدا ہوئے اور ان چند لوگوں میں سے تھے جو لکھ پڑھ سکتے تھے۔

جب حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو ابتدا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی سخت مخالفت کی۔ آپ کی دعا سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ اسی لیے آپ کو مراد رسول بھی کہا جاتا ہے۔ ہجرت کے موقع پر کفار مکہ کے شر سے بچنے کے لیے سب نے خاموشی سے ہجرت کی مگر آپ کی غیرت ایمانی نے چھپ کر ہجرت کرنا گوارہ نہیں کیا۔ آپ نے تلوار ہاتھ میں لی، کعبہ کا طواف کیا اور کفار کے مجمع کو مخاطب کر کے کہا: تم میں سے اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی بیوی بیوہ ہو جائے، اس کے بچے یتیم ہو جائیں تو وہ مکہ سے باہر آ کر میرا راستہ روک کر دیکھ لے مگر کسی کافر کی ہمت نہ پڑی کہ آپ کا راستہ روک سکتا۔ رسول کریم نے آپ کے حوالے سے فرمایا: ”اگر میرے بعد کوئی اور نبی مبعوث ہونا ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔“ ایک اور موقع پر فرمایا: ”جس راستے پر عمر ہو وہاں سے شیطان راستہ بدل لیتا ہے۔“ مزید ایک موقع پر فرمایا: ”اللہ نے عمر کی زبان پر حق کو جاری کر دیا ہے۔“

دور خلافت:

مرض الموت میں حضرت ابو بکر صدیق نے خلیفہ کا انتخاب کرنا ضروری سمجھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت عثمان، حضرت سعید بن زید اور دوسرے اصحاب رسول کے مشورے سے حضرت عمر بن خطاب کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ آپ کی بیعت کا سلسلہ تین دن تک چلتا رہا۔ حضرت عمر اہل ایمان کے ساتھ اولاد کا سا برتاؤ کرتے تھے۔ انھیں ہر دم خوش دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کے دکھوں کا اسی طرح مداوا کرتے جس طرح ایک باپ کرتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک دفعہ قحط پڑا

گیا۔ جس کی وجہ سے کئی امراض پھیل گئے کئی لوگ چل بسے اور کئی بیمار پڑ گئے۔ آپ مرلیضوں کا علاج معالجہ اور مردوں کی تجہیز و تکفین خود کراتے۔ آپ ﷺ رات کو گلی کو چوں میں پکڑ لگاتے اور اپنی رعایا کی خبری گیری رکھتے اور اگر کسی کو مصیبت میں مبتلا پاتے تو خود اس کی مدد کرتے۔ عدل فاروقی ضرب المثل مانا جاتا ہے۔ اس لیے کہ حضرت عمرؓ میں حد درجہ اللہ تعالیٰ کا خوف پایا جاتا تھا۔ آپ کے عہد خلافت میں مسلمانوں کو سب سے زیادہ فتوحات ہوئیں۔ عہد فاروقی میں قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں اور مصر و شام کے علاقے بھی اسلامی ریاست کے ماتحت ہو گئے۔ بیت المقدس کی فتح بھی آپ ﷺ کی بہادری اور فہم و فراست کا نتیجہ تھی۔ ان کے دور میں اسلامی مملکت 28 لاکھ مربع میل کے رقبے پر پھیل گئی۔

وفات:

آپ کی عمر کے بارے میں 53 سے لے کر 63 سال تک کے اقوال پائے جاتے ہیں۔ آپ کا دور خلافت 10 سال سے زیادہ عرصے پر محیط ہے۔ بدھ 26 ذوالحجہ 23ھ کی فجر ہوئی۔ سیدنا عمرؓ نماز پڑھانے مسجد نبویؐ میں آئے۔ ابھی صفیں سیدھی نہ ہوئی تھیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کے عیسائی غلام ابولولویروز نے آپ پر اچانک حملہ کر دیا۔ اس نے چھوڑ کر دیے، ایک زیناف لگا جو مہلک ثابت ہوا۔ جمعرات 27 ذی الحجہ کی صبح آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

3- حضرت عثمان ابن عفان (رضی اللہ عنہ)

حضرت عثمانؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں چھ سال چھوٹے تھے۔ عام الفیل کے چھ برس بعد 576ء میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام عثمان، کنیت ابو عبد اللہ اور ابو عمرو تھی۔ والد کا نام عفان تھا۔ قریش کی شاخ بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ پانچویں پشت عبد مناف پر ان کا نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرے سے جاملتا ہے۔ آپ نے زمانہ جاہلیت

ہی میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ بڑے نیک فطرت تھے۔ جاہلیت کی کسی برائی سے دامن آلودہ نہ ہوا۔ آپ کا پیشہ تجارت تھا۔ آپ پہلے اسلام قبول کرنے والے لوگوں میں شامل ہیں۔ آپ ایک خدا ترس اور غنی انسان تھے۔ آپ فراخ دلی سے اللہ کی راہ میں دولت خرچ کرتے، اسی بنا پر حضور اکرم ﷺ نے آپ کو غنی کا خطاب دیا۔ مسلمانوں نے جب پہلی ہجرت حبشہ کی تو اس میں آپ ﷺ بھی شامل تھے۔ آپ کو ذوالنورین (دونوروں والا) اس لیے کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ آپ کے عقد نکاح میں آئیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ انھیں ملاءِ اعلیٰ میں بھی ذوالنورین پکارا جاتا ہے۔ یہ وہ واحد اعزاز ہے جو کسی اور کو حاصل نہ ہو سکا۔

خلافت:

خلیفہ دوم حضرت عمرؓ تندرست تھے کہ کچھ اہل ایمان نے انھیں اپنا جانشین مقرر کرنے کا مشورہ دیا۔ وہ سوچ میں پڑ گئے کچھ غور و فکر کے بعد انھیں اندیشہ ہوا کہ اگر اہل ایمان کی رہنمائی نہ کی گئی تو وہ اختلاف میں مبتلا جائیں گے۔ چنانچہ انھوں نے کسی فرد کو نامزد کرنے کے بجائے عشرہ مبشرہ (وہ صحابی جن کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی گئی تھی) میں سے چھ صحابہ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر بن العوام، حضرت طلحہ بن عبید، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمان بن عوف کی مجلس بنانا پسند کی اور فرمایا کہ تم باہمی رضامندی اور آپس میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کرلو۔ چنانچہ اس موقع پر حضرت عثمان کا بطور خلیفہ کے انتخاب عمل میں آیا۔ حضرت عثمانؓ اسلام کے تیسرے خلیفہ راشد تھے۔ آپ نے بارہ سال خلافت کی ذمہ داریاں انجام دیں۔ آپ کے دور خلافت میں ایران اور شمالی افریقہ کا بہت سا علاقہ اسلامی سلطنت میں شامل ہوا۔ آپ نے خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے لوگوں کے وظائف بڑھانے کا فیصلہ کیا۔

شہادت:

اسلام کے دشمنوں خاص کر مسلمان نما منافقوں کو خلافت راشدہ ایک نظر نہ بھاتی

تھی۔ یہ منافق رسول اللہ ﷺ سے بھی دنیوی بادشاہوں کی طرح یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ بھی اپنا کوئی ولی عہد مقرر کریں گے۔ ان منافقوں کی ناپاک خواہش پر اس وقت کاری ضرب لگی جب امت نے حضرت ابوبکر کو اسلام کا پہلا متفقہ خلیفہ بنا لیا۔ حضرت ابوبکر کی خلافت راشدہ کے بعد امت نے کامل اتفاق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اسلام چن لیا۔ حضرت عمر کے بعد آپ کا خلافت کا منصب سنبھالنا بھی ان منافقوں کے لئے جان لیوا صدمے سے کم نہ تھا۔ انھوں نے آپ کی نرم دلی کا ناجائز فائدہ اٹھایا اور آپ کو شہید کرنے کی ناپاک سازش کی اور ایسے وقت میں کا شانہ خلافت کا محاصرہ کیا جب اکثر صحابہ کرام حج کے لیے مکہ گئے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنی جان کی خاطر کسی مسلمان کو مزاحمت کرنے کی اجازت نہ دی۔ اور چالیس روز تک بند رہے۔ 18 ذوالحجہ کو باغی آپ کے گھر میں داخل ہو گئے اور آپ کو اس وقت شہید کر دیا جب آپ قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے۔ اس دلخراش سانحہ میں آپ کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا کی انگلیاں مبارک بھی شہید ہو گئیں۔

4- حضرت علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ)

آپ کا نام علی بن ابی طالب اور کنیت ابوالحسن اور ابو تراب ہے۔ اسد اللہ، حیدر اور المرتضیٰ آپ کے القاب ہیں۔ حضرت علی رجب کی تیرہ تاریخ کو شہر مکہ میں پیدا ہوئے۔ (آپ کی ولادت کی تاریخ کے بارے میں کوئی حتمی بات نہیں ملتی، بعض مورخین کے نزدیک آپ کی ولادت عام الفیل کے سات سال بعد ہوئی۔ بعض کے نزدیک آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے تیس سال بعد پیدا ہوئے اور بعض کے نزدیک آپ کی

ولادت بعثت نبوی سے دس برس قبل ہوئی۔) آپ کے والد کا نام ابوطالب اور والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں بچپن میں پیغمبر آخر الزماں کے گھر آئے اور وہیں پرورش پائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر نگرانی آپ کی تربیت ہوئی۔ قبول اسلام کے وقت آپ کی عمر تقریباً گیارہ بارہ برس تھی۔

خلافت علی اور اس کے خصائص:

پچیس برس تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گوشہ نشینی میں بسر کی۔ 35ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اس وقت مدینہ میں موجود لوگوں نے آپ کو خلیفہ بنالیا۔ آپ کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھی جنگیں ہوئیں۔ وجہ یہ تھی کہ ان دونوں کا خیال تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو پکڑنا چاہیے اور پھر خلیفہ کا فیصلہ ہونا چاہیے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ پہلے میری بیعت کرو پھر قاتلوں کے خلاف کارروائی ہوگی۔ یہ اختلاف شدت اختیار کر گیا اور حکومت دو بڑے گروہوں میں بٹ گئی۔ ایک کے لیڈر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اسی وجہ سے آپ کے دور خلافت میں مسلمانوں ہی کے خلاف جو دو مشہور جنگیں، جنگ جمل (یہ جنگ حضرت علی اور حضرت عائشہ کے درمیان ہوئی) اور جنگ صفین (یہ جنگ حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان صفین کے مقام پر ہوئی)۔ اس خانہ جنگی کی وجہ سے آپ کو موقع نہ مل سکا کہ آپ سکون اور اطمینان سے حکومت کرتے۔ فتوحات کا سلسلہ تو تقریباً بالکل رک گیا۔ پھر بھی آپ نے اس مختصر مدت میں اسلام کی سادہ زندگی، مساوات اور نیک کمائی کے لیے محنت و مزدوری کی تعلیم کے نقش تازہ کر دیے۔

آپ خلیفہ اسلام ہونے کے باوجود کھجوروں کی دکان پر بیٹھنا اور اپنے ہاتھ سے کھجوریں بیچنا برا نہیں سمجھتے تھے۔ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے، غریبوں کے ساتھ

زمین پر بیٹھ کر کھانا کھا لیتے تھے، جو روپیہ بیت المال میں آتا تھا اسے تمام مستحقین پر برابر تقسیم کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے سگے بھائی ثقیل نے یہ چاہا کہ انہیں دوسرے مسلمانوں سے زیادہ مل جائے مگر آپ نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر میرا ذاتی مال ہوتا تو یہ ہو سکتا تھا مگر یہ تمام مسلمانوں کا مال ہے۔ مجھے حق نہیں ہے کہ میں اس میں سے کسی اپنے عزیز کو دوسروں سے زیادہ دوں۔ اگر کبھی بیت المال میں شب کے وقت حساب و کتاب میں مصروف ہوئے اور کوئی ملاقات کے لیے آ کر غیر متعلق باتیں کرنے لگا تو آپ نے چراغ بجھا دیا کہ بیت المال کے چراغ کو میرے ذاتی کام میں صرف نہیں ہونا چاہیے، آپ کی کوشش یہ رہتی تھی کہ جو کچھ بیت المال میں آئے وہ جلد حق داروں تک پہنچ جائے۔ آپ اسلامی خزانے میں مال کا جمع رکھنا پسند نہیں فرماتے تھے

شہادت:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو 19 رمضان 40ھ صبح کے وقت مسجد میں عین حالت نماز میں ایک زہر میں بکھی ہوئی تلوار سے زخمی کیا گیا۔ جب آپ کے قاتل کو گرفتار کر کے آپ کے سامنے لایا گیا اور آپ نے دیکھا کہ اس کا چہرہ زرد ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں تو آپ کو اس پر بھی رحم آ گیا اور اپنے دونوں فرزندوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ یہ تمہارا قیدی ہے۔ اس کے ساتھ کوئی سختی نہ کرنا جو کچھ خود کھانا وہ اسے کھلانا۔ اگر میں اچھا ہو گیا تو مجھے اختیار ہے میں چاہوں گا تو سزا دوں گا اور چاہوں گا تو معاف کر دوں گا اور اگر میں دنیا میں نہ رہا اور تم نے اس سے انتقام لینا چاہا تو اسے ایک ہی ضرب لگانا، کیونکہ اس نے مجھے ایک ہی ضرب لگائی ہے اور ہرگز اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ نہ کاٹے جائیں، اس لیے کہ یہ تعلیم اسلام کے خلاف ہے، دو روز تک حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر بیماری پر انتہائی کرب اور تکلیف کے ساتھ رہے آخر کار زہر کا اثر جسم میں پھیل گیا اور 21 رمضان کو نماز صبح کے وقت آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تجہیز و تکفین کی اور کوفہ میں نجف کی سرزمین میں دفن کیے گئے۔



اسلام میں حلال و حرام کا امتیاز

شعیب اختر مدنی عطاری

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسلام ایک مکمل اور فطری نظام زندگی کا مظہر ہے۔ اسلام عالم انسانیت کی راہ نمائی صرف عقائد میں ہی نہیں کرتا بلکہ عبادات و معاملات، معیشت، اخلاق و اعمال، سیاست و نظام حکومت، عدل و انصاف، وغیرہ شعبہ ہائے زندگی میں بھی رہنما ہے۔

اور ایک مسلمان سے یہی توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبے میں اللہ و رسول کے فرض کردہ احکامات پہ عمل پیرا ہو اور ان ہی کے مطابق زندگی گزارے۔ اسباب معیشت یعنی حصول زرق کے مختلف ذرائع مثلاً ملازمت، تجارت، زراعت، صنعت، حرفت، پیشہ گری، وغیرہ اختیار کرنا چونکہ انسان کی فطری ضرورتوں میں سے ہے اس لیے اس شعبے میں بھی اسلامی شریعت کی راہنمائی ضروری تھی یہی وجہ ہے کہ شرعی علوم کا ایک بڑا حصہ معاملات و معیشت پہ مشتمل ہے۔

اسلامی شریعت میں جو معاشی و اقتصادی مسائل کے متعلق ہدایات دی گئی ہیں ان میں سب سے اہم پہلو ہے کہ حلال و حرام زرعیہ معاش میں امتیاز کرنا محض مادی دنیوی ترقی یا آسائشوں کے حصول کو مقصد بنایا جائے کہ ان کے حصول کے لیے حلال و حرام کا لحاظ بھی نہ کیا جائے آگے ان شاء اللہ الکریم میں حلال و حرام ذرائع کو امثلہ سے واضح کروں گا کہ کون سا طریقہ حلال ہے اور کون سا طریقہ حرام ان کے حلال و حرام ہونے پہ حتی الامکان قرآن و حدیث سے دلیل بھی پیش کروں گا۔

آسان لفظوں میں کہا جائے تو یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اسلام نے معاشی

جدوجہد کو حلال و حرام کا پابند کیا ہے۔

یہ ایک ایسا اصول ہے جس سے دور جدید کی معاشیات قطعاً ناواقف ہیں۔
اب آتے ہیں حلال و حرام کے امتیاز پہ دلائل کی طرف۔

حلال و حرام کا معیار:

1- سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ شارع اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ ہی ہیں۔

کسی چیز کو حلال و حرام قرار دینے کا فیصلہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ ہی فرما سکتے ہیں۔

کوئی انسان محض اپنی مرضی یا خواہش نفس سے کسی چیز کو حلال و حرام نہیں قرار دے سکتا۔ (اللہ پاک کا کسی چیز کو حلال و حرام قرار دینا)۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَلٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ^①
اور تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں اس لئے نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ پر جھوٹ باندھو۔

بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے۔ (تفسیر صراط الجنان)
{وَلَا تَقُولُوا: اور نہ کہو۔}

زمانہ جاہلیت کے لوگ اپنی طرف سے بعض چیزوں کو حلال، بعض چیزوں کو حرام کر لیا کرتے تھے۔ اور اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دیا کرتے تھے۔^②

① سورۃ النحل، آیت نمبر: 116

② (خازن، النحل، تحت الآیۃ: ۱۱۶، ۳/۱۳۸)

اس آیت میں اس کی ممانعت فرمائی گئی اور اس کو اللہ تعالیٰ پر افترا فرمایا گیا اور افترا کرنے والوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ بیشک جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے۔

اپنی طرف سے کسی چیز کو شرعاً حرام کہنا اللہ تعالیٰ پر افترا ہے:
 آج کل بھی جو لوگ اپنی طرف سے حلال چیزوں کو حرام بتا دیتے ہیں۔
 جیسے میلاد شریف کی شیرینی، فاتحہ، گیارہویں، عرس وغیرہ ایصالِ ثواب کی چیزیں جن کی حرمت شریعت میں وارد نہیں ہوئی انہیں اس آیت کے حکم سے ڈرنا چاہئے کہ ایسی چیزوں کی نسبت یہ کہہ دینا کہ یہ شرعاً حرام ہیں اللہ تعالیٰ پر افترا کرنا ہے۔

2- رسول اللہ ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی روشنی میں کسی شے کو حلال و حرام قرار دے سکتے ہیں؟۔

قرآن مجید میں بھی تحلیل و تحریک کی نسبت رسول اللہ کی طرف کی گئی ہے
 (رسول اللہ ﷺ کا کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے حلال و حرام قرار دینا)۔

ارشاد خداوندی ہے:

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْنُوبًا
 عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ
 وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ
 الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَاَلَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي
 أُنْزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ①

ترجمہ: ”وہ جو اس رسول کی اتباع کریں جو غیب کی خبریں دینے والے ہیں، جو

کسی سے پڑھے ہوئے نہیں ہیں، جسے یہ (اہل کتاب) اپنے پاس تورات اور انجیل میں

لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور انہیں برائی سے منع کرتے ہیں اور ان کیلئے پاکیزہ چیزیں حلال فرماتے ہیں اور گندی چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں اور ان کے اوپر سے وہ بوجھ اور قیدیں اتارتے ہیں جو ان پر تھیں تو وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ وَهُوَ جُورٌ سَوَّلَ لَهُ غُلَامِي كَرْتَهُ هُنَّ۔

مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت میں رسول سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

آیت میں تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر و صفِ رسالت سے فرمایا گیا کیونکہ آپ اللہ عزَّ وَّجَلَّ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں، رسالت کے فرائض ادا فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اُمر و نواہی، شرائع و احکام اس کے بندوں کو پہنچاتے ہیں۔

(خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۵۷، ۲/۱۳۶)

يَجِدُونَكَ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْانْجِيلِ: اسے یہ (اہل کتاب) اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ {یعنی اپنے پاس توریت و انجیل میں آپ کی نعت و صفت اور نبوت لکھی ہوئی پاتے ہیں۔}

تورات و انجیل میں مذکور اوصافِ صلی اللہ علیہ وسلم:

صحیح بخاری میں ہے، حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اوصاف دریافت کئے جو توریت میں مذکور ہیں تو انہوں نے فرمایا:

”خدا کی قسم! حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اوصاف قرآن کریم میں آئے ہیں انہیں میں سے بعض اوصاف توریت میں مذکور ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے پڑھنا شروع

کیا: اے نبی! ہم نے تمہیں شاہد و مبشّر اور نذیر اور اُسیوں کا نگہبان بنا کر بھیجا، تم میرے بندے اور میرے رسول ہو، میں نے تمہارا نام متوکل رکھا، نہ بدخلق ہو نہ سخت مزاج، نہ بازاروں میں آواز بلند کرنے والے ہو نہ برائی سے برائی کو دفع کرنے والے بلکہ خطا کاروں کو معاف کرتے ہو اور ان پر احسان فرماتے ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں نہ اٹھائے گا جب تک کہ تمہاری برکت سے غیر مستقیم ملت کو اس طرح راست نہ فرمادے کہ لوگ صدق و یقین کے ساتھ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ پکارنے لگیں اور تمہاری بدولت اندھی آنکھیں مینا اور بہرے کاں شنوا (سننے والے) اور پردوں میں لپٹے ہوئے دل کشادہ ہو جائیں۔ (بخاری، کتاب البیوع، باب کراہیۃ السخب فی السوق، ۲/۲۵، الحدیث: ۲۱۲۵)

اور حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرکارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں توریت شریف کا یہ مضمون بھی منقول ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں فرمایا کہ ”میں انہیں ہر خوبی کے قابل کروں گا، اور ہر خلقِ کریم عطا فرماؤں گا، اطمینانِ قلب اور وقار کو اُن کا لباس بناؤں گا اور طاعات و احسان کو اُن کا شعار کروں گا۔ تقویٰ کو اُن کا ضمیر، حکمت کو اُن کا راز، صدق و وفا کو اُن کی طبیعت، عفو و کرم کو اُن کی عادت، عدل کو اُن کی سیرت، اظہارِ حق کو اُن کی شریعت، ہدایت کو اُن کا امام اور اسلام کو اُن کی ملت بناؤں گا۔ احمد اُن کا نام ہے، مخلوق کو اُن کے صدقے میں گمراہی کے بعد ہدایت اور جہالت کے بعد علم و معرفت اور گمنامی کے بعد رفعت و منزلت عطا کروں گا۔ انہیں کی برکت سے قلت کے بعد کثرت اور فقر کے بعد دولت اور فقرے کے بعد محبت عنایت کروں گا، انہیں کی بدولت مختلف قبائل، غیر مجتمع خواہشوں اور اختلاف رکھنے والے دلوں میں اُلفت پیدا کروں گا اور اُن کی اُمت کو تمام اُمتوں سے بہتر کروں گا۔“

(الشفاء، القسم الاول فی تعظیم اللہ تعالیٰ لہ، الباب الاول فی ثناء اللہ تعالیٰ علیہ، الفصل الثانی، ص ۲۵-۲۶)
{وَيُحِلُّ لَهُمُ الصَّيِّبَاتِ اور ان کیلئے پاکیزہ چیزیں حلال فرماتے ہیں۔} یعنی جو

حلال و طیب چیزیں بنی اسرائیل پر ان کی نافرمانی کی وجہ سے حرام ہو گئی تھیں نبی اکرم ﷺ انہیں حلال فرمادیں گے اور بہت سی خبیث و گندی چیزوں کو حرام کریں گے۔

{ وَ يَصْعَعُ عَنْهُمْ لِصِرْهُمْ وَالْأَغْلَلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ : اور ان کے اوپر سے وہ بوجھ اور قیدیں اتارتے ہیں جو ان پر تھیں۔ }

بوجھ سے مراد سخت تکلیفیں ہیں جیسا کہ توبہ میں اپنے آپ کو قتل کرنا اور جن اعضاء سے گناہ صادر ہوں ان کو کاٹ ڈالنا اور قید سے مراد مشقت والے احکام ہیں جیسا کہ بدن اور کپڑے کے جس مقام کو نجاست لگے اس کو قینچی سے کاٹ ڈالنا اور غنیمتوں کو جلانا اور گناہوں کا مکانوں کے دروازوں پر ظاہر ہونا وغیرہ۔ (مدارک، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۵۷، ص ۳۹۰)

{ وَ عَزَّوْهُ وَ نَصْرُوْهُ : اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں۔ }

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کی تعظیم اعتقادی، عملی، قولی، فعلی، ظاہری، باطنی ہر طرح لازم ہے بلکہ رکنِ ایمان ہے۔

{ وَ اتَّبِعُوا النُّوْرَ : اور نور کی پیروی کریں۔ }

اس نور سے قرآن شریف مراد ہے جس سے مومن کا دل روشن ہوتا ہے اور شک و جہالت کی تاریکیاں دور ہوتی ہیں اور علم و یقین کی ضیاء بھیلی ہے۔

(خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۵۷، ۲/ ۱۳۸)

{ اُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ : تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ }

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا و آخرت میں بھلائی لکھ دینے کی دعا اپنی امت کے لئے فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ شانِ امتِ محمدی کی ہے، سُبْحَانَ اللہ اور ساتھ ہی اپنے حبیب ﷺ کے فضائل اور امتِ مرحومہ کے مناقب انہیں سنا دیئے گئے، اس سے معلوم ہوا کہ تاجدارِ رسالت ﷺ کی امت پہلے بھی عالم میں مشہور تھی مگر اس امت کی نیکیاں شائع کر دی گئی تھیں اور ان کے گناہوں کا ذکر نہ کیا تھا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی مشہور کر دیئے گئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ

ارشاد فرماتا ہے۔

”ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ - وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيلِ“ (الفتح: ۲۹)

ترجمہ کنز العرفان: یہ ان کی صفت توریت میں (مذکور) ہے اور ان کی صفت انجیل میں (مذکور) ہے۔

3- شریعت میں حلال و حرام واضح بیان کیئے گئے ہیں جنہیں با آسانی جانا جاسکتا ہے

ان کے علاوہ جن امور میں شبہات ہوں ان سے اجتناب بہتر ہے
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے تو جس نے شبہات سے اجتناب کیا اس نے اپنے دین و عزت کو بچا لیا اور جو ان شبہات میں پڑ گیا تو وہ اس چرواہے کی مثل ہے جو کسی کی چراگاہ کے قریب جانور چراتا ہے اور اندیشہ ہے کہ اس کے اندر چلا جائے یا درکھو کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے اللہ عزوجل کی زمین اس کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔

4- رزق حلال کہ اہمیت کی بہت تاکید کی گئی ہے اسلام میں اور حرام سے اجتناب کی تلقین کی گئی ہے۔

اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ اعمال کی قبولیت کا مدار حلال رزق پہ ہے اور حرام سے اجتناب پہ محمول ہے۔

حلال کی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو مخاطب ہو کر حلال کا اہتمام کرنے کی ہدایت دی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَ اَعْمَلُوْا صَالِحًا - اِنِّ بِمَا

تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (سورت المؤمنون آیت نمبر 51)

ترجمہ کنز العرفان: اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو، بیشک میں

تمہارے کاموں کو جانتا ہوں۔

دوسرے مقام پہ انسانیت سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنَّ كُنتُمْ لَإِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (سورت النحل آیت نمبر 114)

ترجمہ کنز العرفان: تو اللہ کا دیا ہوا حلال پاکیزہ رزق کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

5- مال حرام سے اجتناب کی تاکید فرمائی گئی ہے جہاں جہاں حلال کی طلب کا ارشاد ہوا ساتھ ساتھ حرام سے منع ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا (سورت النساء آیت نمبر 29)

ترجمہ کنز العرفان: اے ایمان والو! باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ البتہ یہ (ہو) کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔

6- حرام مال سے بچنے کی ترغیب حدیث رسول میں دی گئی ہے اور مختلف اسالیب سے اس کے تباہ کن اثرات و نتائج سے باخبر کیا ہے۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد قرآن کی تفسیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ پاک ہے پاک چیزوں کو پسند فرماتا ہے اور بیشک اللہ مومنوں کو بھی حکم دیا ہے جو پیغمبروں کو دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو اور مومنوں سے ارشاد فرمایا اے ایمان والو! جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے

پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔

پھر نبی کریم نے ایسے شخص کا ذکر کیا ہے کہ طویل سفر کرتا ہے جس سے اس کے بال الجھے ہوئے غبار آلودہ ہو جاتے ہیں وہ اسی حالت میں آسمان کی طرف متوجہ ہو کر دست دعا دراز کرتا ہے کہتا ہے اے رب جب کہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام، اس کی پرورش حرام غذا سے ہوئی ہوتی ہے تو پھر کیسے اس کی دعا قبول ہوگی؟؟
اب آتے ہیں حلال ذرائع کی مثالہ کی طرف: صرف نام عرض کروں گا مزید طوالت سے بچتے ہوئے

حلال ذرائع:

۱۔ صنعت، ۲۔ پیشہ گری، ۳۔ ملازمت، ۴۔ تجارت، ۵۔ زراعت وغیرہ وغیرہ۔

حرام ذرائع:

۱۔ سود، ۲۔ جوا، ۳۔ چوری، ۴۔ ڈکیتی، ۵۔ شراب کی خرید و فروخت، ۶۔ جسم فروشی وغیرہ وغیرہ۔

اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا ہے اللہ پاک ہمیں حلال رزق عطاء فرمائے اور حرام سے بچائے آمین ثم آمین



چند اشعار کے شرعی احکام

امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان قادری علیہ الرحمہ

مسئلہ ۷۴: مسئلہ قاضی قاسم میاں از مقام گونڈل علاقہ کاٹھیاوار بروز چہار شنبہ

۴ ذی القعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مشائخ عظام اس معاملہ میں کہ زید کہتا ہے کہ سوائے خدا کے کچھ نہیں یعنی یہ بھی خدا وہ بھی خدا، زید بھی خدا، بکر بھی خدا، علی بذالقیاس، یعنی خالق

و مخلوق نہیں، فعل فاعل مفعول خدا میں صورت بے صورت ہے، بے صورت صورت ہے، نہ یہ ہے نہ وہ ہے، نہ زید ہے نہ عمرو ہے نہ بکر ہے، خدا ہی خدا ہے، جن کی تائید میں یہ چند اشعار جو اپنے بنائے ہوئے ہیں وہ پیش کرتا ہے، اور چند اشعار دیوان جام جم مصنفہ طالب حسین صاحب فرخ آبادی کے جو فرخ آباد کے مطبع مورس کمپنی بزرگہ میں چھپی ہے پیش کر کے اپنا مسلک بتلاتا ہے جو بطور نمونہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ یہ اشعار بھی زید خود کے ہیں جن کا تخلص اطہر ہے:

- (1) بندے کو تو خدا کہوں اور اس کو کیا کہوں
- بندے کو بندہ اور نہ خدا کو خدا کہوں
- (2) اطہر ہی خدا ہے غرض دو میں ایک سے
- زیور کو زر کہوں نہیں تو اور کیا کہوں
- (3) اگر سب بھول بیٹھا تو خدا بھی بھول جا اطہر
- کہ ہے یہ سب بڑا دھوکا خدا خود ہے خدا خود ہے
- (4) میں ہی مرسل میں ہی مرسل میں ہی اخبار اور قرآن
- محمد اور میں ہی اللہ آہا ہاہا ، آہا ہاہا
- (5) نہ مفتی ہے نہ خنجر ہے نہ حد ہے نہ شریعت ہے
- خدا ہے تو اگر سچا انا الحق کہہ انا الحق کہہ
- (6) خدا ہو کر نہ بندہ بن زباں کو کھول دے پیارے
- ہے یہ آزادی کا رستہ انا الحق کہہ انا الحق کہہ

(7) نہ رکھ روزہ نہ کر سجدہ نہ جاکعبہ میں توج کو

نہ ہے روزہ نہ ہے سجدہ انا الحق کہہ انا الحق کہہ

(8) خدا تھا کب محمد تھے شریعت تو ہے مفروضہ

نہیں ہے ماسوا حق کا انا الحق کہہ انا الحق کہہ

(9) معبود تو خدا کو کہے حور پر مرے

شہوت پرست گر نہ کہوں اس کو کیا کہوں

(10) اللہ کے سوا نہیں پھر بولتا ہے کون

اطہر تجھے خدا نہ کہوں اور کیا کہوں

(11) اطہر تو برائے نام ہوں میں حیرت نہیں ہے اللہ ہوں میں

عارف ہے اگر تو شک مت لاؤہ اور نہیں میں اور نہیں

(12) آپ ہی عرش اور آپ ہی کرسی، آپ ہی دوزخ اور جنت

آپ مکیں ہے آپ مکاں ہے کیا کیا شور مچایا ہے

(13) کافر کو تو برا کہوں مومن کو کیا کہوں!

اچھا کہوں نہ اس کو نہ اس کو برا کہوں

مصنفہ طالب حسین فرخ آبادی:

(14) بنا ایک وحدت کی تصویر میں ہوں

مرید آپ ہی، آپ ہی پیر میں ہوں

(15) نہ دیکھا ہو جس نے اسے مجھ کو دیکھے

نہاں وعیاں اس کی تصویر میں ہوں

(16) عذاب کس کا ثواب کیسا گناہ کہتے ہیں کس کو یارو

وہی ہے فاعل جو خیر و شر کا خطا عطا ہے عطا خطا ہے

(17) عجب معمہ ہے یہ عزیز و خلا ملا ہے ملا خلا ہے

برا بھلا اب کہوں میں کس کو بھلا برا ہے برا بھلا ہے

(۱) مذکورہ بالا عقیدہ کو حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کا علم بتاتا ہے جو آج

تک سینہ بہ سینہ مشائخ طریقت میں چلا آتا ہے اور اسی کا نام وصول الی اللہ ہے،

(۲) اور یہی زید ظاہر میں نماز کے لئے اٹھتا ہے تو اپنے مریدوں کے سامنے یہ بھی

کہتا ہے کہ ذرا خدا کو دھوکا دے لوں، اسی طرح قولی اور فعلی کاروائی کر کے شریعت

مطہرہ سے وہ نفر میں دلاتا ہے کہ مسلمان کے کلیجے پاش پاش ہو جاتے ہیں۔

(۳) اور یہی زید وعظ میں بھی پکار پکار کر کہتا ہے کہ شریعت تو تمہارے ماں باپ نے بھی

سکھائی، شریعت تو تمہارے استادوں نے بھی سکھائی، شریعت تو تمہارے

مولویوں نے بھی سکھائی مگر خدا کے ملنے کا تو رستہ کچھ اور ہے اور یہ تو منتر کچھ

اور ہے اور اسی قسم کے دھوکے دے کر مسلمانوں کو اپنی مریدی کی طرف راغب

کرتا ہے اور مرید کر کے مذکور عقیدہ اور یہی اللہ کی تعلیم کرتا ہے یعنی خالق مخلوق

نہیں۔ اب التماس یہ ہے کہ اس زید کا عقیدہ کیسا ہے، مسلمان اس کے ساتھ کیا

برتاؤ کریں، شرع شریف میں اس کے لئے تعزیز بھی ہے یا نہیں، مسلمانوں کو اس

کی مریدی سے خارج ہو کر بعد توبہ جدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اگر جدید

نکاح کی ضرورت ہے تو پہلا مہر کافی ہے یا نہیں، اگر اس جدید نکاح میں عورت

قبول نہ کرے تو کیا صورت ہے؟ کتاب تذکرہ غوثیہ مسلمانوں کے پڑھنے اور عمل

کرنے کے قابل ہے یا نہیں؟ براہ مہربانی اوپر کے سوالوں کے جوابات مفصل

طور سے ارقام فرما کر عند اللہ ماجور ہوں وعند الناس مشکور ہو جائے گا۔ فقط

الجواب: صورت مذکورہ میں زید یقیناً کافر مرتد ہے، اس کے کلام سر تا پا کفر سے

بھرے ہوئے ہیں، مثلاً (۱) زید و عمر و بکر سب کو خدا کہنا (۲) خدا کو مخلوق اور مفعول کہنا

(۳) بندہ کو خدا کہوں (۴) خدا کو خدا نہ کہوں دوسرا شعر ① لکھنے میں سائل سے کچھ رہ گیا ہے (۵) تیسرے شعر میں خدا کے بھول جانے کی فرمائش اور کہ یہ بھی بڑا دھوکا ہے (۶) چوتھے شعر میں اپنے آپ کو اللہ کہنا (۷) رسول کہنا (۸) قرآن کہنا (۹) پانچویں شعر میں شریعت کا انکار (۱۰) انا الحق کہنے پر اصرار (۱۱) چھٹے شعر میں بھی یہی (۱۲) بندہ بننے کی ممانعت (۱۳) ساتویں میں وہی (۱۴) بروجہ انکار نماز روزے، حج کی ممانعت (۱۵) آٹھویں شعر میں خدا کی نفی (۱۶) شریعت کو فرضی و ساختہ بتانا کہ سیاق و سباق سے یہی مراد متعین ہے۔ (۱۷) وہی انا الحق (۱۸) دسویں شعر میں خدا بننا (۱۹) گیارہویں میں بھی یہی (۲۰) تیرہویں میں مومن کو اچھا نہ کہنا کافر کو برا نہ کہنا، یہ بیس کفر تو زید کے کلمات مذکور میں کھلے کھلے ہیں۔ (۲۱) سو لہویں شعر میں عذاب و ثواب کا انکار (۲۲) سترہویں شعر میں بھلے کو برا، برے کو بھلا کہنا (۲۳) ان صریح عقائد کفر ملعون کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا (۲۴) کفر کو وصول الی اللہ بتانا (۲۵) نماز کے لئے اس کا کہنا کہ خدا کو دھوکا دے لوں اس کے کلمات سابقہ کے لحاظ سے لائق تاویل نہ رہا، معنی استہزاء میں متعین ہو گیا اور وہ کفر ہے (۲۶) شریعت سے نفرت دلانا (۲۷) شریعت کو راہِ خدا نہ ماننا۔

بالجملہ زید ان کافروں میں ہے جن کو فرمایا گیا ہے من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر ② جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔ سلطنت اسلام ہوتی تو اس کی تعزیر یہ تھی کہ بادشاہ اسلام اسے قتل کرتا، اس کا اختیار غیر سلطان کو یہاں نہیں۔ مسلمانوں کو اس سے میل جول حرام، اس سے سلام کلام حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس کا وعظ سننا حرام، وہ بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام، مر جائے تو اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، جنازہ اٹھانا حرام، جنازہ کے ساتھ چلنا حرام، اس پر نماز

① ظاہر اُیوں ہے اطرہ ہے یا خدا ہے، الخ

② در مختار

حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اسے مسلمانوں کی طرح دفن کرنا حرام، اس کے لئے دعائے بخشش کرنا حرام، اسے کچھ ثواب پہنچانا حرام، اسکی قبر پر جانا حرام، جوان باتوں میں سے کوئی بات اسے مسلمان جان کر کرے گا یا اس کی موت کے بعد اس کے لئے دعائے بخشش کرے گا یا اسے

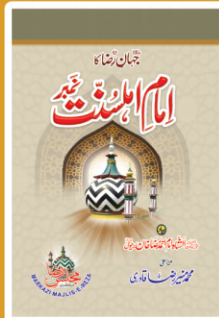
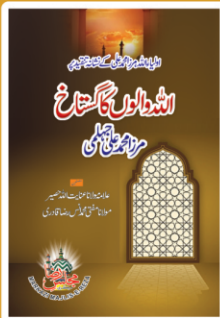
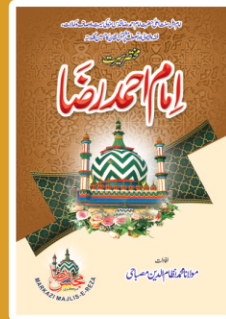
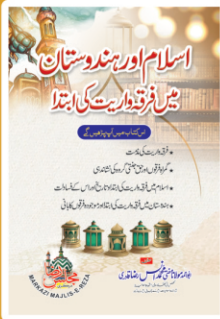
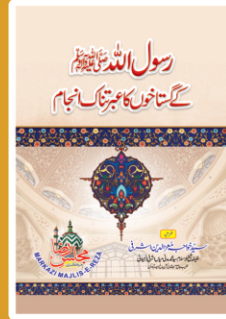
عہ: ظاہراً یوں ہے ع اظہر ہے یا خدا ہے الخ۔

[1] در مختار باب المرتد مطبع مجتہائی دہلی ۱/ ۳۵۶

ثواب پہنچائے گا اگرچہ اسے کافر جان کر وہ خود کافر ہو جائے گا جو لوگ مرید اس کے ہو چکے ہیں ان پر فرض ہے کہ اس سے جدا ہوں دور بھاگیں کہ وہ بیعت اس کے ہاتھ پر نہیں اٹھیں گے ہاتھ پر ہوئی، پھر ان مریدوں میں جو اس کے ان کفروں سے آگاہ تھے اور اس کے بعد مرید ہوئے یا بعد مریدی کے آگاہ ہوئے اور اس کی بیعت سے الگ نہ ہوئے وہ سب بھی اسلام سے خارج ہیں، ان پر بھی فرض ہے کہ نئے سرے سے مسلمان ہوں، توبہ کریں، توبہ و اسلام کے بعد ان کی عورتیں اگر ان سے دوبارہ نکاح پر راضی نہ ہوں تو ان پر جبر نہیں۔ عورتیں جس سے چاہیں اگر عدت گزر چکی ہے تو ابھی ورنہ بعد عدت اپنا نکاح کر لیں اور اگر انھیں سے دوبارہ نکاح کریں، تو مہر جدید لازم آئے گا اور پہلا مہر بھی اگر باقی ہے دینا ہوگا۔ کتاب تذکرہ غوثیہ جس میں غوث علی شاہ پانی پتی کا تذکرہ ہے ضلالتوں، گمراہیوں بلکہ صریح کفر کی باتوں پر مشتمل ہے مثلاً غوث علی شاہ جگن ناتھ کی چوکی پر اشران کرتے ملے کسی نے پہچانا تو بولے کہ اس شخص کے دو باپ تھے، ایک مسلمان اس کی طرف سے حج کر آیا ہے، دوسرا باپ ایک پنڈت تھا اس کی طرف سے جگن ناتھ تیرتھ کرنے آیا ہے ایسی ناپاکی بے دینی کی کتاب کا دیکھنا حرام ہے جس مسلمان کے پاس ہو جلا کر خاک کر دے، واللہ الہادی الی صراط مستقیم (اللہ تعالیٰ ہی صراط مستقیم کی ہدایت دینے والا ہے۔ ت) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

فتاویٰ رضویہ شریف پاکستان ج 15 ص 276 تا 279، انڈیا ج 11 ص 247 تا 250

قابل مطالعہ کتابیں



مُسلکِ نبویؐ و آثارِ مبارکیت کی پختہ پیشکش و فروغ

042-37225605

Email: muslimkitabevi@gmail.com